سماجیاتِ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیّت: "سفرِ دکن" از پادری جے علی بخش اور "بشپ سبحان۔ایک صوفی کی داستانِ حیات" از بشپ عبدالسبحان میں مذکور اشکالات کا تجزیہ

Status of Holy Prophet (PBUH) in the social Setup of Islam: An Analysis of the Misconceptions Mentioned in "Safer-e-Dakken" By Padri J. Ali Bakhash and "Bishop Suhan-Aik Sufi ki Daastan-e-Hayat" By Bishop Subhan

شگفتہ نوید*

Abstract

The personality of the Holy Prophet (PBUH) is the hallmark and the pivot of the social structure of the Muslims. Directly or indirectly, the life of the Prophet of Islam is the fundamental and major source of all the social norms of the Muslim life. His Sunnah and Hadith dominate the overall norms of the Muslim culture and civilization. The newly converted Christians generally and specially those who belong to the subcontinent have targeted the social life and norms of the Holy Prophet (PBUH) and have tried to make it controversial among his followers. According to the social vision and philosophy of the Muslims, the Holy Prophet (PBUH) is absolutely innocent, supreme, ideal and the climax of the human history of all the ages. But, the newly converted Christian writers have raised allegations against the status of the Prophet, Muhammad (PBUH). They have also criticized his social vision, approach and structure of the Muslim norms in the society in their autobiographies. The Muslim scholars feel the dire need of a research based study in this direction. This research article has been compiled to fulfil this present day need. In the given article, the allegations and objections mentioned in "Safer-e-Dakken" by Padri J. Ali Bakhash and "Bishop Subhan-Eik Sufi ki Daastan-e-Hayat" by Bishop Abdus-Subhan related to the social value of the teachings and traditions of the Holy Prophet (PBUH) have been analyzed in the light of basic Islamic sources.

Keywords: Bishop Abdus-Subhan, Bishop Subhan-Eik Sufi ki Daastan-e-Hayat, Holy Prophet(PBUH), Muslim culture, Padri J. Ali Bakhash, Safer-e-Dakken.

1۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ مسلمانوں کے عقائد و نظریات اور اسلامی سماجیات میں مرکز و

* پی-ایچ-ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

محور کی حیثیّت کے حامل ہیں ۔آپ ﷺ کی محبت و اطاعت اُمتِ مسلمہ کے تمام افراد کو دل وجان سے عزیز ہے۔آپﷺ کی ذات ِاقدس کا مقام و مرتبہ اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ بیان و تحریر کی تمام تر صلاحیتیں اور حکمت ہائے عملی اس کے سامنے عاجز و بےبس ہیں۔اسلام کی دعوت و تبلیغ اور تفہیم و تشریح کے لئے حضور ﷺ نے بھر پور جد و جہد فرمائی ۔قرآن و حدیث کی صورت میں جو ہدایات و تعلیمات تمام انسانوں خصوصاًمسلمانوں کو عطا ہوئی ہیں ان کا وسیلہ و واسطہ بھی آپ ﷺ کی ذات با برکات ہے۔انسانی سماج کو رُشد وہدایت کی بےپناہ دولتوں سے فیض یاب کرنے کی خدائی منصوبہ بندی کا اصطلاحی نام رسالت ہے۔آپ ﷺ اس اعلیٰ ظرف اور عظیم الشان سلسلۂ رسالت کی معراج و انتہا پر فائز ہی نہیں بلکہ اس ضمن میں آپ ﷺ کی حیثیّت آخری کڑی کی سی ہے۔آپ ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ختمِ نبوت کے اس منصب و اعزاز نے آپ ﷺ کو انبیاء کی فہرست میں بھی ممتاز کردیا ہے۔اطاعت ،عقیدت اور ختمِ نبوت کے اس با وقار پس منظر میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔اسی غیر معمولی اہمیّت کے پیشِ نظر غیر مسلموں خصوصاً مسیحی پادریوں نے جہاں اسلامی عقائد و روایات اور قرآن و حدیث پر اعتراضات کئے وہاں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات و صفات اور سماجی حیثیّت کو بھی ہدف ِ تنقید بنایا۔برّصغیر میں اسلام چھوڑ کر مسیحیت قبول کرنے والوں نے اس حسّاس پہلوپر شرمناک کردار کا مظاہرہ کیا۔نو مسیحی مصنّفین نے اپنی آپ بیتیوں میں ذات ِرسول ﷺاوراُس کے مختلف سماجی پہلوؤں کو مختلف حوالوں سے تنقید کا ہدف بنایا۔پادری جے علی بخش نے ایک مسلمان عالمِ دین جناب عثمان شریف سے اپنے مناظرے کی رُوداد کو اپنی آپ بیتی ""سفرِ دکن ""میں تحریر کیا ہے ،عثمان شریف تحریر و تصنیف میں مہارت رکھتے تھے ، انہوں نے ""رسالتِ محمدیہ ﷺ"" کے عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا۔اس رسالے کے دوحصے تھے ،پہلا حصہ عصمت ِانبیاء اور دوسرا اُن بشارات پر مشتمل تھا جو پیغمبرِاسلامﷺ کی بعثت سے متعلق انجیل میں درج ہیں۔[1] پادری جے علی بخش نے عثمان شریف سے بھر پور مناظرہ کیا اور بشاراتِ محمدی ﷺ سے

متعلق مسلمانوں کے مؤقف کو درست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔اس کا دعویٰ تھا کہ مسلمان انجیلی بیانات کے پس منظر کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔[2]اسلام چھوڑ کر مسیحیّت کو قبول کرنے والے ایک دوسرے پادری عبد السّبحان نے اپنی آپ بیتی ''بشپ سبحان –ایک صوفی کی داستانِ حیات'' میں لکھا کہ انجیل میں مذکور شخصیت فارقلیط سے مراد پیغمبر اسلام ﷺ نہیں ہیں۔[3]پادری جے علی بخش نے یہ بھی تحریر کیاکہ رسالتِ محمدی ﷺ کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ،وہ ہجرت مدینہ کے تبلیغی وعقلی جواز کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔[4] اس نے عصمت انبیاء کے بارے میں مُلّا لطا سے ہونے والے مناظرے کی رُوداد کو بھی تحریر کیا ہے۔دورانِ مناظرہ پادری موصوف نے بتایا کہ مسیحی صرف حضرت عیسیٰ ؑ کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں ،ان کا خیال ہے کہ بقیہ انبیاء گناہ گار ہو سکتے ہیں۔انہوں نے حضرت ابرہیمؑ ،حضرت موسیٰ ؑ اور بعض دیگر انبیاءکرام ؑ کے خطاکا ر ہونے پر بحث کی۔[5]مسیحی لٹریچر انبیاء کرام ؑ خصوصاً پیغمبر اسلام ﷺ کی اہانت سے بھر اپڑا ہے۔اس پس منظر میں رسالتِ محمدیہ ﷺ کے سماجی پہلوؤں سے متعلق مذکورہ بالادونوں پادریوں کے اشکالات کا تجزیہ نہایت ضروری ہے۔اسی علمی وفکری ضرورت کی تکمیل کے پیشِ نظر مضمون ہذا تشکیل دیا گیاہے۔

2۔پادری جے۔علی بخش اور بشپ عبدالسبحان کے مختصر احوال وآثار

پادری جے علی بخش ممتاز مسیحی مناظر تھے ،انہوں نے اسلام ترک کرکے مسیحیت کو قبول کیا تھا۔"سفرِ دکن "اُن کی ایک ایسی منفرد تخلیق وتصنیف ہے جو ایک سفر نامہ ہے اور آپ بیتی بھی۔وہ علم وادب اور تاریخ وجغرافیہ کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔سفر نامے کا آغاز ہی اُن کی ادبی روش کے اظہار سے ہوتا ہے۔لاہور سے حیدر آباد دکن کے سفر کو دلچسپ بنانے کے لئے انہوں نے شعری انداز بھی اپنایا۔اُردو ،فارسی اور پنجابی کے اشعار جابجا استعمال کئے ہیں۔بہت سے اشعار اُن کے ہم عصر مسلم شعراء کے تھے۔موسم کی منظر کشائی بھی بڑے خوبصورت انداز میں کی ہے۔مغل حکمرانوں،اُن کی عمارات،نظامِ دکن اور مسلم فاتحین کا اچھاتذکرہ اس سفر نامے میں پڑھنے کو ملتا ہے۔مختلف شہروں کی سیاسی،تاریخی،

جغرافیائی اور مذہبی معلومات بھی ساتھ ساتھ دیتے جاتے ہیں۔ مسیحی فکر کے ارتقاء پر بھی اُن کی خاص نظر ہے۔ مختلف شہروں میں مسیحیوں کی مشنری سرگرمیوں سے وہ خوب واقف ہیں۔ زبان وادب سے اچھی وابستگی کے حامل ہیں۔ البتہ بعض مقامات پر وہ یہ معیار قائم نہ رکھ سکے۔ مثلاً شراب کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے شرابی کی بیوی اور بہنوں کے بارے میں نامناسب بات بھی کہہ گئے۔[6] ریل کے سفر کو خوبصورت انداز میں بیان کیا۔ برسات کے موسم اور چاندنی رات کے نظارے کو منفرد انداز سے واضح کیا۔ پنجاب کے پھلوں خصوصاً آم کی بہت تعریف کی۔ حیدر آباد دکن کے راستے میں جو شہر آتے ہیں اُن پر گراں قدر معلومات کے ساتھ تبصرہ کیا۔ دہلی کے حالات بتائے، آگرہ کی مجموعی صورتِ حال پر بات کی، جھانسی کا ذکر کیا، بھوپال اور گوالیار کو بیان کیا، اور نگ آباد اور سکندر آباد کا تاریخی تعارف پیش کیا، حیدر آباد دکن کے پادری گولڈ سمتھ کی مہمان نوازی اور سماجی وقار کو واضح کیا، بتایا کہ اس کے سفر کے تمام اخراجات پادری گولڈ سمتھ نے برداشت کئے، حیدر آباد میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفاصیل درج کیں، مسلمانوں کو علم وفلسفہ کے میدان میں زیر کرنے کی کوشش کی، اُس نے وہ وجوہات بیان کیں جن کے پیشِ نظر وہ مسیحیت قُبول کرنے پر آمادہ ہُوا، اسلام کی علمی کمزوریوں کو واضح کیا، عصمتِ انبیاء، تجسم، کفارہ اور انجیل میں بشاراتِ محمدی ﷺ سے متعلق مسیحیوں کے موقف کی وضاحت کی، حیدر آباد دکن کی تاریخی معلومات کو بیان کیا، فرانس کے جرنیل ڈوپلے، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے تذکرے کئے، نظام الملک کی ریاست وسلطنت کے بارے میں تفصیلی معلومات دیں، ایک بنگالی نومسلم ڈاکٹر نشنیی کنٹھ کے لیکچر کا خلاصہ پیش کیا، اپنے لیکچر بعنوان "میں مسیحی کیوں ہوں" کی تفصیلات درج کیں، پیدائشی طور پر کسی بچے کے گناہ گار ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مختلف مذاہب کی تعلیمات کو بیان کیا، بہت سے موضوعات پر مناظروں کے احوال کو قلم بند کیا مثلاً سابقہ کتبِ سماویہ کی تنسیخ، بشارات محمدی ﷺ، عصمتِ انبیاء، تجسم، افضیلتِ عیسیؑ، کفارہ، رسول اللہ ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت، تثلیث، صحتِ انجیل اور رسالتِ محمدی ﷺ کی عدمِ ضرورت سے متعلق مختلف موضوعات پر لیکچرز دیئے اور مناظرے کئے۔[7] "سفر دکن" میں درج معلومات کے علاوہ مصنف کے بارے میں تفصیلی انداز میں شخصی احوال دستیاب نہیں ہوسکے۔ معروف مسیحی مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے اُن کے بارے میں کوئی معلومات درج نہیں کی ہیں۔ "سفر دکن" کسی نو مسیحی کی یہ ایک ایسی منفرد خود

نوشت ہے جسے سفر نامے کی طرز پر لکھا گیا ہے۔ حیدر آباد دکن ہندوستان کا ایک تاریخی شہر ہے۔ پادری جے علی بخش نے اگست۔ستمبر ۱۹۰۴ء میں اس شہر کا دورہ کیا۔ سفری احوال، تاریخی مقامات اور مذہبی مباحث کی تفصیل ووضاحت سے معمور یہ کتاب شعر ونثر کے اعلیٰ ادبی معیار کی حامل ہے۔ بنیادی طور پر یہ اُن لیکچرز پر مشتمل ہے جو پادری موصوف نے مسلمانوں کی مختلف مجالس میں پیش کئے۔ اس دوران مناظروں اور مباحثوں کی نوبت بھی پیش آئی۔ کتاب کے سرِورق سے ظاہر ہے کہ اسے "Saint John's Divinity College Lahore" کے پروفیسر علامہ جے علی بخش نے اُردو زبان میں ۲۰ اپریل ۱۹۰۶ء کو مکمل کر کے شائع کرایا۔[8] یہ سولہ (۱۶) ابواب پر مشتمل ہے اور اس کے کل ایک سو اٹھہتر (۱۷۸) صفحات ہیں۔

بشپ عبد السبحان بھی مسیحیوں کے علمی حلقوں کا ایک معروف نام ہیں۔ اُنہوں نے بھی اسلام چھوڑ کر مسیحیّت کو قبول کیا تھا۔ "بشپ سبحان-ایک صوفی کی داستانِ حیات" اُن کی طویل وضخیم آپ بیتی ہے جس میں اُنہوں نے ادبی انداز میں بڑی سلاست کے ساتھ اپنے ذاتی احوال اور خاندانی پسِ منظر کو واضح کیا ہے۔ اُنہوں نے اپنے تعلیمی مراحل، مسیحیت سے متاثر ہونے کے اسباب اور بلآخر قبولِ مسیحیت کی داستان کو تحریر کیا ہے۔ اس آپ بیتی کا انتساب بشپ بی-ٹی-بیڈلی کی طرف کیا گیا ہے، مصنف نے بیان کیا ہے کہ یہ رسالہ اس نے ان کے ارشاد کی تکمیل میں لکھا ہے۔[9] مسیحی اداروں میں حُصولِ تعلیم کے دوران مصنف مسیحیت سے متاثر ہوا، مسیحی اساتذہ نے اس ضمن میں اس کی بھرپور رہنمائی کی، بابو گیا نندر ناتھ بسواس ضلع ندیا میں مسیحی مبلغ کی حیثیت سے خدمت پر مامور تھے۔ اُن سے جب عبد السبحان کی ملاقات ہوئی تو ملاقات کے فوراً بعد اُنہوں نے ان کے مسیحی فکر پر کامل بھروسہ کے متعلق سوال کیا اور بپتسمہ کی تاریخ کے متعلق پوچھا، قُبولِ مسیحیت کا اعلان سرِ عام کرنے کو کہا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر واقعی مسیحیت پر تمہارا بھروسہ ہے تو تمہیں لازم ہے کہ گھر جا کر اور دوسرے دوستوں سے مل کر ان کو دعوت دو کہ تمہارے بپتسمہ کے موقع پر حاضر ہوں۔ چنانچہ عبد السبحان نے اس چیلنج کو قبول کیا اور دوست احباب کے پاس جا کر اپنے ایمان کا اقرار کیا، یوں دوستوں کی موجودگی میں اُس نے مسیحیت کو قبول کرنے

کااقرار واعلان کیا۔ پھر اگلے ہی روز انہیں گرجا کی عبادت میں بپتسمہ کے موقع پر آنے کی دعوت دی۔[10] بعدازاں عبدالسبحان نے سینٹ برنارڈ کے گرجا میں ملازمت کی[11] اور ہنری مارٹن سکول لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر بھی رہے۔[12]

3۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی حیثیّت کے بارے میں مسیحی پادریوں کے اشکالات اور اُن کا تجزیہ

پادری جے۔علی بخش اور بشپ عبدالسبحان نے اپنی اپنی آپ بیتیوں میں مختلف حوالوں سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ پر تنقیدات کیں، خصوصاً نبی معظّم ﷺ کے سماجی رتبے اور تہذیبی اعزاز کے متعلق اشکالات پیدا کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی۔ذیل میں ان اشکالات کی حقیقت اور ان کے بارے میں صحیح اور درست اسلامی نقطۂ نظر کو آشکار کیا جاتا ہے تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔بلاشبہ تمام انبیاء ؑ کی تعلیمات میں توحید اور عقیدۂ آخرت کی حیثیّت مرکزی اور بنیادی رہی ہے۔عیسائیت میں عقیدۂ آخرت کے بجائے تناسخ، توحید کے بجائے تثلیث و شرک، عقیدۂ کفارہ اور انبیاء کے بارے میں عدمِ معصومیت کا عقیدہ وہ غیر اصولی اُمور ہیں جنہوں نے اس مذہب کی بنیادوں کو کلی طور پر کھوکھلا کر دیا ہے۔ان پہلوؤں میں غلط تاویلات نے رہی سہی کسر نکال دی ہے۔اس لئے حقیقتِ حال کو ادلّہ سے واضح کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ حضور ﷺ کی سماجی حیثیّت کے بارے میں مذکورہ مسیحی پادریوں کے اشکالات کا تجزیہ ذیل کی سطور میں پیش کیا جاتا ہے:

i ۔بشاراتِ محمدی ﷺ

پادری جے۔علی بخش نے رسول اللہ ﷺ سے متعلق تورات وانجیل میں درج بشارات کا انکار کیا۔اس ضمن میں اُنہوں نے ایک مسلمان دانشور جناب عثمان شریف اور مولانا طہٰ کے ساتھ ہونے والے مناظرے کا ذکر بھی کیا۔[13] پادری موصوف کا اعتراض تاریخِ انبیاء کے طویل سلسلوں سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے۔بلاشبہ انسانیت کی رُشد و ہدایت کا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے چلا آرہا ہے۔انسانیت اور نبوت کا نقطۂ آغاز حضرت آدم ؑ ہیں۔نسلِ انسانی میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا،افراد

مختلف علاقوں اور قوموں میں تقسیم ہوتے چلے گئے۔ انبیاء ورُسُل تدبیرِ الٰہی کے مطابق مبعوث ہوتے گئے۔[14] اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کو سب سے آخر میں بھیج کر ختمِ نبوت کا شرف بھی عطا کیا۔ چونکہ تخلیقِ کائنات کے حقیقی و کلی مقاصد کی تکمیل و تشفی کے لئے تاجدارِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو سلسلۂ نبوت کے آخر میں تشریف لانا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ؑ سے لے کر حضرت عیسیٰ ؑ تک آنے والے ہر نبی اور رسول کو پیغمبرِ اسلام ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی تائید و نصرت کی تاکید فرمائی۔[15] مدد و مُعاونت پر مبنی اس تاکید کی ابتداء عالمِ ارواح میں ہوئی۔ اپنے اپنے زمانۂ نبوت و رسالت میں جملہ انبیاء ؑ نے توحید و نبوت کے اعلان کے ساتھ ساتھ نبی معظّم ﷺ کی بعثت کی بشارت بھی دی۔ بشاراتِ محمدی ﷺ کا یہ سلسلہ زبانی وکلامی نہ تھا بلکہ ان انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف اور کُتُب میں پیغمبرِ اسلام کا ذکر خصوصیت سے مذکور تھا۔ آپ ﷺ کے خلفاء و اصحاب کی نشانیاں بھی ان میں موجود ہیں ۔کتبِ سماویہ میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت ، نام اور صفات کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔تورات و انجیل میں صفاتِ صحابہ کرام ؓ تک کا واضح بیان ترمیم و اضافہ کے باوجود اب بھی موجود ہے۔ حقیقت و معرفت کے اس منظر نامے کو قرآن مجید نے یوں پیش کیا:

(ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ)[16]

"اس کی مثل تورات اور انجیل میں درج ہے"

قرآنی شہادت کے اس پس منظر میں اہلِ کتاب پیغمبرِ اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی صفات سے بخوبی واقف تھے۔ پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ کی ذات وصفات کے بارے ان کی کامل معرفت کا ذکر قرآن مجید یوں کرتا ہے :

(يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ)[17]

"وہ ان کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں"

آسمانی صحائف میں مذکور صفاتِ محمدیﷺ کی وجہ سے اہلِ کتاب آنحضور ﷺ سے پوری طرح واقف اور آگاہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ اسلامﷺ سے متعلق سب سے زیادہ بشارات بنی اسرائیل کو دیں۔جاوید احمد عنبر مصباحی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو سب سے زیادہ محمد ﷺ کی نشانیوں سے آگاہ کیا ہے وہ بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ ہیں۔''[18] تورات و انجیل میں حذف والحاقات اور تحریف و ترمیم کا طویل سلسلہ جاری رہا،اس کے باوجود یہ بشارات ان کتبِ سماویہ اور آسمانی صحائف میں صراحت ووضاحت اور غیر مبہم انداز میں آج تک موجود ہیں۔علاوہ ازیں بعض کتبِ غیر سماویہ میں بھی حضورﷺ سے متعلق بشارات موجود ہیں۔ہندوؤں کی کتاب اتھر وید جو تین ویدوں کا مجموعہ ہے،اس کے پہلے منتر میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارات ان الفاظ کے ساتھ موجود ہیں کہ آپ ﷺ امن کو قائم کرنے والے،ان کا نام محمد ہوگا اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔[19] سام وید میں سراجِ منیر نام سے مشابہ الفاظ سے آپ ﷺ کے متعلق بشارت موجود ہے۔[20]

قدیم وجدید عہد ناموں کی رسول معظّم ﷺ کے بارے پیشن گوئیوں پر مشتمل عبارات زوال وتغیّر کے باوجود صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں۔ان بشارات کا اطلاق ذاتِ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا فرد کی طرف کرنے میں تمام تر تخریبی کارروائیاں بروئے کار لانے کی باضابطہ کوششیں کئی بار ہوئیں۔یہودی اور مسیحی علماء کی طرف سے تصنیف وتالیف کی صورت میں ایسی کارروائیاں تاحال جاری ہیں۔اس کے باوجود ان پیشن گوئیوں کا اطلاق کسی اور پر کرنا عقل وشعور اور حقائق کے منافی ہے۔تورات وانجیل میں رسولِ اکرم ﷺ سے متعلق بشارات پر مبنی ان عبارات کا مسلم محققین نے بڑی گہرائی سے مطالعہ کر کے ایسے سوالات قائم کئے جن کے معقول جوابات علمائے اہلِ کتاب کے پاس نہیں ہیں۔مثال کے طور پر کتاب استثناء باب بتّیس،آیت اکیس میں ایک نبی کی آمد کی بشارت دی گئی ہے جو نادان قوم کی طرف آئیں گے۔[21] قرآن مجید میں اس قوم کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ:

(هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ)[22]

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول بھیجا

کتابِ استثناء میں ''نادان قوم'' کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:

"نادان قوم سے مراد عرب ہیں کیونکہ یہ لوگ انتہائی گمراہ اور جاہل تھے، ان کو کوئی علم بھی نصیب نہ تھا، نہ علوم شرعیہ، نہ علومِ عقلیہ، سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہ جانتے تھے۔"[23]

انجیل متی باب تین، آیت گیارہ اور بارہ میں حضرت یحییٰ کی پیشن گوئی موجود ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی نعلین اٹھانے کے قابل نہیں۔[24] زبور میں حضرت داود □ آپ ﷺ کو دی جانے والی شریعت مطہرہ کے بارے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔[25]

کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں بشارات کا یہ سلسلہ تحریری اور زبانی ہر دو اعتبار سے چلتا رہا۔ بشارات محمدی ﷺ کا رواج تمام ادوار میں سینہ بہ سینہ بھی جاری رہا۔ اہلِ کتاب آپ ﷺ کے بارے تمام تر نشانیوں کا بخوبی ادراک رکھتے تھے۔ تورات و انجیل میں مسلسل تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں۔ توحید جیسے اہم عقیدے کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا۔ حلال و حرام کے مسائل کو زیر وزبر کر دیا گیا۔ علماء اہلِ کتاب اپنی من مانی سے اس میں تغیُّر و تبدُّل کرتے رہے۔ لیکن ان تمام تر اُمور کے باوجود نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بشارات باقی رہیں ۔ تحریف و تبدُّل کے اس مکروہ فعل کے باوجود رسالتِ محمدی ﷺ کا بصورتِ بشارات ان کتب میں پایا جانا یقیناً منشاءِ خداوندی تھا۔

ii۔ عصمتِ انبیاء

پادری جے – علی بخش نے ملاطا کے ساتھ ایک مناظرہ منعقدہ 12 ستمبر 1904ء کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ مناظرہ بدھ کے دن مشن ہاؤس حیدر آباد دکن میں ہوا۔ ایک وکیل غلام حسین بھی ملاطا کے ہمراہ تھے۔ غلام حسین نے انجیل میں لوط کے حوالے سے زنا کے واقعہ کا تذکرہ کرکے کہا ہے کہ ایسی کتاب جو انبیاء سے ایسے واقعات کو منسوب کرے وہ خدا کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ پادری موصوف نے وضاحت کی کہ مسیحیوں کے نزدیک صرف حضرت عیسیٰ گناہ اور خطا کے معصوم خیال کئے جاتے ہیں، بقیہ تمام انبیاء سے گناہ سرزد ہوتے رہے۔ اُنہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء نے خطائیں کیں تو

خدانے حکم دیا کہ وہ معافی مانگیں۔ یہ نظریہ سُن کر ملاطہ اور اُن کے ساتھی طیش میں آگئے۔ بد نظمی ہو گئی، مناظرہ بغیر کسی نتیجے کے اختتام پذیر ہوا۔[26] عصمتِ انبیاء سے متعلق موصوف کے تشکیک واشکالات پر مبنی افکار اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا باعث ہیں۔ عالمگیر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت ور ہنمائی کے لئے انبیاء کو ہر دور میں اور ہر علاقہ میں مبعوث کیا۔ انبیاء کرام اپنی طبائع، خصائل اور خصائص میں عام انسانوں سے منفرد و ممتاز ہوتے ہیں۔ قدرتِ خداوندی نے چونکہ ان کا چناؤ انسانیت کی رہنمائی کے لئے کیا اس لئے ضروری تھا کہ یہ ہستیاں سفلی و غیر اخلاقی عادات و حرکات سے مبّرا ہوں تاکہ ان کے حُسن کردار سے متاثر ہو کر لوگ راہِ ہدایت پر گامزن ہوں۔ یہ قانونِ خداوندی ہے کہ انبیاء کرام کی جماعت خاندانی وجاہت، شرف و عظمت، عقل و شعور کے ساتھ ساتھ پاکیزگی، طہارت اور نفاست کے اعلیٰ معیار پر فائز رہی۔ غیر معمولی لغزشوں سے یہ حضرا ت کلیتاًدور رہے۔ یہ عقیدہ عصمتِ انبیاء کہلاتا ہے۔ لغتِ عرب میں عصمت، ع کے کسرہ کے ساتھ روکنے اور بچانے کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی کو بھوک لگی ہو اور وہ کھانا کھالے تو اہل عرب" قد عصمہ الطعام" کا محاورہ استعمال کرتے تھے یعنی اُس کو طعام نے بھوک سے بچالیا ہے۔[27] لسان العرب میں ہے:

"العِصْمة فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: المَنْعُ. وعِصْمةُ اللَّهِ عَبْدَه: أَنْ يَعْصِمَه مِمَّا يُوبِقُه. "[28]

"کلام عرب میں عصمت روکنے کے معنٰی میں ہے۔ عصمہ اللہ عبدہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے ہلاکت کے اسباب سے بچالیا۔"

معصوم وہ ہوتا ہے جو اِثم اور معصیت سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ابوالحسن علی بن اسماعیلؒ نے بھی اس کا معنی روکنا، بچانا اور منع کرنا ذکر کیا ہے۔[29] اصطلاح میں عصمت اس نفسانی ملکہ کا نام ہے جو انسان کو فِسق و فُجُور سے روکے۔ اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء فتنوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔[30] انبیاء کرام سے متعلق اس صالح فکر کے برعکس مسیحی حضرات صرف حضرت مسیح کو معصوم عن الخطأ قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں تمام انبیاء بشمول رسول اللہ ﷺ، حضرت ابراہیم، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت نوح، حضرت موسیٰ وغیرہ کو وہ معصوم نہیں گردانتے۔[31] مسیحی مفکّرین کئی گناہوں کو انبیاء کی طرف منسوب کرکے انہیں دائرۂ معصومیت سے خارج کرنے کی سعی کرتے ہیں

اوراس پر انہوں نے بطور ادّلہ آیاتِ قرآنیہ ذکر کی ہیں۔یوں مسیحی مصنّفین نے ''عدمِ معصومیت'' کا قانون حضرت مسیح □ کے ماسوا تمام پر لاگو کیا ہے۔

تحقیق ومشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تک جتنے انبیاء تشریف لائے وہ شریعتِ خداوندی کے امین اور حکمِ خداوندی کی مخالفت وبغاوت سے قطعی طور پر معصوم تھے۔عصمتِ انبیاء کی بحث سے قبل گناہ اور ذنب کے مفہوم سے آشنائی ضروری ہے۔انبیاء نے گناہ سے متعلق اُمور کا کیا واقعتاً بالارادہ ارتکاب کیا ہے؟گناہ سے منسوب ان افعال کی نوعیت و کیفیت کیا تھی؟ان کا یہ عمل خداوندِ قدوس کی ناراضی اور عذاب کا سبب بنا؟ ان سوالات کے جوابات نہایت با معنٰی ہیں۔یوں سیاق وسباقِ کلام کو دیکھنا بھی بہت اہم ہے۔ان تمام معاملات پر غور خود ان کی عصمت پر دلالت کرتا ہے۔مسیحی مصنّفین حقیقتِ گناہ وذنب اور اس کے اسباب سے ناآشنائی کی بنا پر انبیاء □ کو اس کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔انبیاء کرام □ کی بعثت کا بنیادی مقصد انسانوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو عادات وخصائل،طہارت ونفاست اور عقائد واعمال کے اعتبار سے جملہ انسانیت میں فضیلت عطا کی ہے۔مسیحی پادری حاملینِ نبوت □ سے متعلق شرمناک عقائد و نظریات رکھتے ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کے پس منظر اور ان کے صحیح مفاہیم ومطالب سے ناآشنا نظر آتے ہیں یا پھر تجاہلِ عارفانہ سے کام لے کر حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے خبثِ باطنی کا اظہار بذریعۂ تحریر وتقریر کرتے ہیں۔ان کے بقول حضرت مسیح □ کے سوا کوئی نبی معصوم نہیں ہے۔پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ پر بھی آیاتِ قرآنیہ کے ذریعے سے الزام تراشی کرتے ہوئے بکثرت آیات عدمِ معصومیت پر بطورِ شواہد ذکر کرتے ہیں۔ذیل میں ان کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

(عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى)[32]

"چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ پھیر لیا اس پر کہ اس کے پاس ایک نابینا حاضر ہوا۔"

آپ ﷺ کفار کے سرداروں کو ایمان کی تبلیغ کرنے میں منہمک تھے۔اس دوران حضرت عبداللہ ابن امّ مکتومؓ تشریف لائے اور آدابِ مجلس کی رعایت کئے بغیر سیّد عالم ﷺ سے مخاطب ہوئے۔اُن کے اس رویّہ پر آپ ﷺ چیں بہ جبیں ہوئے۔مذکورہ آیت سے مسیحی پادری یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس عمل کو ناپسند کیا،لہٰذا معصوم نہ رہے۔ یہ الزام سوائے عناد و تعصّب کے کوئی حیثیّت نہیں رکھتا۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں کو زرِ فدیہ لے کر جب آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس عمل پر عتاب فرمایا۔ قرآنِ مجید میں ہے:

(لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ)[33]

"اگر اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا نہ ہوتا تو اس پر جو تم نے لیا تمھیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔"

مذکورہ آیت کے بارے مسیحی مصنّفین کہتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی،اس سبب سے آپ ﷺ معصوم نہ رہے۔اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں عتاب اُن صحابہ کرام □ پر عتاب ہوا جنہوں نے قبل از وقت کفّار کو قیدی بنالیا تھا۔ پھر قیدیوں کے بارے میں کثرتِ رائے سے یہ طے پایا کہ فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے۔ منشاءِ الٰہی یہ تھا کہ پہلے کفّار کی قوت کو کچلا جائے۔اکثر مفسّرین کی یہی رائے ہے۔[34] لہٰذا یہ عتاب رسُول اللہ ﷺ کے بجائے عام مسلمانوں پر تھا۔ مذکورہ آیت سے ما قبل آیت میں ارشادِ ربّانی ہے:

(تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ)[35]

"تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے۔"

آیت میں جمع مذکّر مخاطب کے صیغہ سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ عتاب اُن مسلمانوں پر ہوا جنہوں نے کفّار کی قوت کے دم توڑنے سے قبل ان کو قید کر کے مالِ غنیمت کے حصول میں لگ گئے۔ قرآنِ مجید میں ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

(وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ)[36]

"اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب
انہوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر اپنی طرف سے ملا دیا۔"

اس آیت سے مسیحی پادری یہ دلیل اخذ کرتے ہیں کہ نبی معظّم ﷺ کی قرأت میں شیطان نے اپنے الفاظ شامل کر لئے۔ قصّۂ غرانیق کلّی طور پر فرضی اور بناوٹی ہے۔ روایتاً و درایتاً اس کی کوئی حقیقت نظر نہیں

آتی۔ اسے کسی جھوٹے راوی نے گھڑ لیا ہے۔ حقیقت بس اتنی سی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مجمعِ عام میں جب اس سورت کی تلاوت کی تو کفّار بھی سر بسجود ہو گئے۔[37] علاوہ ازیں دیگر مفاہیم و مطالب اہلِ باطل نے اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں۔

عرب معاشرہ میں متبنّٰی کو حقیقی بیٹا قرار دیا جاتا اور اس کی بیوی سے نکاح کرنا اخلاقاً و قانوناً غلط جانا جاتا تھا۔ اس لغو رسم کی بیخ کنی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کا حکم دیا۔ متعصّب اور تنگ نظر معاشرہ میں عرصۂ دراز سے رواج پانے والے اس رسمِ بد کو توڑتے وقت طعن و تشنیع کا پایا جانا عام فہم تھا۔ ان تمام حالات کو بخوبی سمجھتے ہوئے کفّار و منافقین کی بہتان طرازی کا آپ ﷺ کو خطرہ محسوس ہوا، اس کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

(وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ)[38]

"اور تم اپنے جی میں وہ چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔"

مسیحی پادریوں نے اس آیت کا مفہوم کسی اور رنگ میں لیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ حضرت زینبؓ سے نکاح کا ارادہ بھی رکھتے تھے اور حضرت زیدؓ کو طلاق سے منع بھی کر رہے تھے۔ ایسی منافقانہ روش کا وقوع آپ ﷺ کے کسی صحابیؓ سے ممکن نہیں، چہ جائے کہ اس کا اطلاق ذاتِ پیغمبرِ اسلام ﷺ پر کیا جائے۔ نیز حضور ﷺ کے قول و فعل کا انحصار خواہشاتِ نفسانی کی بجائے وحیِ الٰہی پر مبنی تھا۔

پادری اور مسیحی مصنّفین آپ ﷺ کو گناہ گار اور غیر معصوم سمجھتے ہیں۔ اپنے اس قول پر وہ قرآن مجید کی کئی آیات بطورِ دلیل ذکر کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

(لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّر)[39]

"تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔"

مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے معترضین آپ ﷺ کی طرف ذنب اور گناہ کی نسبت کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذنب کا اطلاق خلافِ اولیٰ پر بھی ہوتا ہے اور یہ الزام کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے

۔[40]مولانا مودودیؒ اس آیت کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ یہاں صحابہ کرامؓ کی کوتاہیاں اور خامیاں مراد ہیں لیکن خطاب رسول اللہ ﷺ کو کیا گیا ہے۔اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں :

"کسی مقصد کے لئے ایک جماعت جو کوشش کر رہی ہو،اُس کی خامیوں کے لئے اس جماعت کے قائد و رہنما کو مخاطب کیا جاتا ہے۔"[41]

شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ اس آیت کے ضمن میں پیدا ہونے والے اشکالات کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"یہ آیت کسی لغزش یا گناہ کے وقوع کی اطلاع نہیں دیتی بلکہ از راہِ تشریف و تکریم یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی لغزش کا امکان بھی تصور کر لیا جائے تو وہ بھی بخش دی گئی ہے۔"[42]

آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کر کے مسیحی پادریوں نے انبیاء ورُسُل پر جو بے بنیاد الزامات واعتراضات عائد کئے اُن کی حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن سے حضراتِ انبیاء کرام □ کی معصومیّت عیاں ہے۔کلامِ خداوندی ملاحظہ ہو :

(مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِباداً لِي مِنْ دُونِ اللَّه)[43]

"اور کسی بشر کے لیے نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کرو۔"

مزید ایک مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

(وَما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُل)[44]

"اور نبی ﷺ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خیانت کریں۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جملہ انبیاء کرام ﷺ بالخصوص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہر طرح کے گناہ، خیانت ،بددیانتی، ظلم وبربریّت اور ہر قسم کی بے راہ روی سے بالکل پاک وصاف اور مبرّا ومنزّہ ہیں۔ان نفوسِ قدسیہ سے لغزش اور خلافِ اولےٰ کے اِرتکاب کے بارے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا کلام یقیناً مذکورہ بحث کا ماحاصل ہے۔آپ لکھتے ہیں:

"گناہ عمداً خلافِ شرع کرنے کو کہتے ہیں اور خطاءاجتہادی اور سہو ونسیان اور ترکِ اولےٰ اور تقدیم وتاخیر گناہ نہیں۔کیونکہ سہو ونسیان اور خطاءاجتہادی میں تو مخالفت کا قصد نہیں ہوتا اور ترکِ اولےٰ اور تقدیم وتاخیر میں مخالفت شرع نہیں پائی جاتی ۔"[45]

مسیحی پادریوں اور دیگر مستشرقین نے انبیاء کرام □ پر جو الزامات عائد کئے ہیں، وہ عداوتِ محض، سیاق وسباق سے ناآشنائی، حقائق سے تجاہلِ عارفانہ، جھوٹی اور موضوع روایات کی پشت پناہی، واقعات کی قطع و برید، آیات کے مفہوم میں ردّوبدل اور شانِ نزول سے لاتعلقی کے سوا ان کی کچھ حقیقت نہیں۔جملہ حاملینِ نبوت ارتکابِ صغائر و کبائر سے محفوظ اور معصوم ہیں۔قرآن وحدیث کی عبارات میں غلط تاویلات کر کے ان کی طرف نسبتِ ذنوب ہرگز قابلِ ستائش عمل نہیں ہے۔عمداً مخالفتِ شرع یقیناً گناہ ہے۔جس کا صدور حضراتِ انبیاء کرام □ سے محال ہے۔

iii۔فارقلیط

بشپ عبدالسبحان نے اصرار کیا ہے کہ انجیل میں درج لفظ فارقلیط سے حضرت محمد ﷺ نہیں ہیں۔[46] اس مؤقف کے برعکس اہلِ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کی آفاقی نبوّت، بعثت اور تشریف آوری پر مشتمل بشارات کا سلسلہ ابتدائے انسانیت سے چل رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں انبیاء کرام □ سے آپ ﷺ کی مدد و نصرت کا عہد وپیمان لیا۔درجۂ کمال حاصل کرنے والی شخصیات کے نام صفات کے اعتبار سے ایک سے زائد ہوتے ہیں۔رسول معظّم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کئی صفات سے مخاطب کر کے کلام فرمایا ہے۔محمد اور احمد آپ ﷺ کے ذاتی اسماء ہیں ۔قرآن وحدیث میں ان دو ناموں کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے کئی صفاتی نام مذکور ہیں۔ذاتِ پیغمبر

ﷺ رحمۃ للعالمین، خاتم النبیّین، عاقب، سیّد ولدِ آدم، نبی الملاحم اور الماحی وغیرہ بکثرت ناموں کی حامل ذات ہے۔ کتبِ سماویہ بالخصوص انجیلِ یوحنا جو کہ عہد نامہ جدید میں شامل ہے، اس میں فارقلیط کا لفظ آپ ﷺ کے لئے ایک اہم پیشن گوئی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔[47] بعض کے نزدیک یہ لفظ یونانی الاصل ہے۔ اس کے اصل لفظ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے بقول پریکلوتوس جبکہ بعض کے نزدیک پاراکلیتوس ہے۔[48] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل لفظ ''بار کلی طوس''، ہے، جس کا معنی زبان ہے۔[49] انگریزی میں اس کے لئے لفظ ''Paracletus'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ تفسیر قاسمی کے مطابق فارقلیط وہ ہے جس کا نام زبان زدِ عام ہو۔[50] انجیل یوحنا کی اس بشارت کے مِصداق حضور ﷺ ہیں۔ کسی بھی زبان کا دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت کچھ اُصولوں کو مدِّ نظر رکھنا لازم ہوتا ہے۔ اُن میں سے ایک اُصول اسم کا اصلی حالت میں رکھنا ہے۔ اسم کا معنٰی و مفہوم بیان کر دینا درست نہیں ہوتا۔ ایسا کرنے سے کئی اشکالات جنم لیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف فارقلیط کا ہی ترجمہ آخر کیوں کر دیا گیا، حالانکہ باقی نام بھی اس میں موجود ہیں، جو یوسف، یعقوب اور یسوع وغیرہ ہیں ،اُن کو بعینہٖ بائبل میں کیوں قائم رکھا گیا ہے۔ جب انجیلِ یوحنا میں یہ لفظ وارد ہوا تو اس کے مترجمین نے اپنی اپنی رائے اور منشاء کے مطابق اس کا ترجمہ کر کے اشکال پیدا کر دیئے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ذاتِ رسولِ اکرم ﷺ سے بغض و عناد کی وجہ سے اصل نام سے چشم پوشی کی گئی۔ ورنہ قدیم کتب میں یہ نام مذکور رہا ہے۔ فارقلیط کا معنی ہے بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ اس کا ایک معنٰی بہت اہمیت و مقام والا بھی کیا گیا ہے ۔ یوں اس کی سورۂ صف کی چھٹی آیت کے لفظ احمد سے کافی مماثلت ہے، جن کی تشریف آوری کی نوید حضرت مسیح □ نے سنائی۔[51] عربی میں اس کے لئے لفظ ''معزّی'' بولا جاتا ہے۔ معزّی تسلّی دینے والے کو کہتے ہیں۔ فارقلیط کا معنٰی تسلی دینے والا بھی لکھا گیا ہے۔[52] مولانا عنایت رسُول عبّاسی چڑیا کوٹی لکھتے ہیں کہ اس کی ایک لغت مبری کلیطاس ہے جس کا معنٰی ''تشفّی دہندہ'' ہے۔[53] جو کہ معزّی کے ہم معنٰی ہے۔ فارسی لغت میں تعریف شدہ کے معنی میں آتا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن کی بشارت دی وہ احمد ﷺ کی ذات ہے۔ فارقلیط ﷺ کی آمد کی بشارات کئی جگہوں پر ملتی ہے۔ ایک موقع پر حضرت مسیح □ نے اپنے حواریوں کو کہا:

"أنا أذهب وسيأتيكم الفارقليط روح الحق ۔"[54]

"میں جارہاہوں اور میرے جانے کے بعد تمہارے پاس فارقلیط جو روح الحق ہیں، وہ عنقریب تشریف لائیں گے۔"

انجیل یوحنا کے باب چودہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیّت مرقوم ہے جو آپ نے اپنے حواریوں سے کی۔اور وہ یہ ہے کہ اگر تمہیں مجھ سے واقعتاً محبت ہے تو میں تمہیں فارقلیط کے بارے نصیحت کرتا ہوں کہ تم ان کی وابستگی اختیار کرنا۔[55]

یہ بشارت حضرت مسیح □ نے نبی مکرّم حضرت محمد ﷺ کے بارے میں دی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کواُن کی جگہ مبعوث فرمائے گااور رسالت کی تبلیغ میں وہ آپ ﷺ کے نائب اور قائم مقام ہوں گے اور رہتی دنیاتک ان کی شریعت باقی رہے گی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی ذات ہے جن کی شریعت کو دوام حاصل ہے اور آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔یہ بھی واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو لفظِ فارقلیط استعمال کیااس کا بعینہٖ اطلاق ذاتِ رسولِ کریم ﷺ پر ہوتا ہے۔چونکہ انجیل اور دیگر کتبِ سماویہ سوائے قرآنِ حکیم کے اپنی اصلی شکل میں نہیں ہیں بلکہ ان کی زبانوں تک کا نام قصّہ ماضی بن چکا ہے۔لیکن جن جن لُغات میں اس لفظ کا ترجمہ ہوا قطعِ نظر اس بات کے کہ اِس کا درست تلفّظ کیا ہے، بہر صورت اس کی محمد اور احمد نام سے معنوی مناسبت قائم رہی ہے۔سیاقِ کلام اس پر شاہد ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جن کی بشارت دی، وہ کائنات کے لئے نجات دہندہ ثابت ہوں گے اور ان کی عظمت کے چرچے ہر جگہ ہوں گے۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ سے متعلق لفظِ فارقلیط سے بشارات انجیل یوحنا کے آخری باب میں موجود ہیں۔ جدید عہد نامہ میں شامل اس انجیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ترتیب دیا گیا۔اس کی عام فہم دلیل یہ ہے کہ آپ □ کی مادری زبان آرامی تھی۔ کتابِ انجیل کو آرامی یا عبرانی زبان میں عیسیٰ علیہ السلام نے نہ خود لکھااور نہ ہی اپنے حواریوں کو لکھوایااور نہ اس پر کسی قسم کے تاریخ میں شواہد ملتے ہیں۔البتہ اس کے برعکس کئی دلائل موجود ہیں۔[56] وہ یہ کہ جو اناجیل اس وقت میسّر ہیں، وہ چوتھی صدی عیسوی کی پیداوار ہیں۔۳۸۱ءمیں تمام بشپ کی جنرل کونسل کو طلب کرکے یہ قانون منظور کرایا گیا کہ دینِ عیسائیت کا اصل

نظریہ اور عقیدہ تثلیث ہے۔[57] کانفرنس کے اس منشور کو اناجیل میں رقم کر دیا گیا۔ یوں اعمال میں تحریف کے ساتھ ساتھ عقیدۂ توحید کو بھی مسخ کر دیا گیا۔ جبکہ قرآنِ حکیم کے بارے مسلّمہ حقیقت ہے کہ یہ ہر طرح کی تحریفات سے محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ربّ العالمین نے لی ہے۔ احمد مجتبیٰ ﷺ سے متعلق حضرت مسیح □ کی بشارات اس میں موجود ہیں۔ یہ کتابِ عظیم اس پر بھی شاہد ہے کہ آپ ﷺ کا ذکرِ خیر تورات وانجیل میں مذکور رہا ہے۔ ارشادِ خداوندی ملاحظہ ہو:

(يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْراةِ وَالْإِنْجِيلِ'')[58]

"وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کو لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ کی نشانیاں اور آپ ﷺ کا ذکر ان سابقہ کتب میں بالتفصیل موجود رہا ہے۔ راہِ حق کے متلاشیوں نے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں ان نشانیوں کو پا کر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ نجاشی شاہِ حبشہ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے جب مختلف سوالات کئے تو انہوں نے سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی۔ جسے سن کر اور حقائق کو پہچان کر شاہِ حبشہ نے یوں کہا:

"مَرْحَبًا بِكُمْ، وَبِمَنْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِهِ، أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ، فَإِنَّهُ الَّذِي نَجِدُ فِي الْإِنْجِيلِ، وَإِنَّهُ الرَّسُولُ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ"[59]

"تمہیں اور ان ہستی کو بھی مرحبا جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی کتابِ انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ بن مریم □ نے خوشخبری دی۔"

بعض اناجیل میں آپ ﷺ کے ذاتی نام ''محمد'' سے متعلق بھی بشارات موجود ہیں۔ یوحنا کی انجیل کے علاوہ بھی اناجیل کے دیگر مختلف حصے ہیں۔ انجیلِ برنباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریبی حواری نے لکھی، جس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جن کی بشارت دی ان کا نام محمد ہے۔[60] نبی مکرّم ﷺ کی نصرت و تائید کا قول و اقرار جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم □ سے

حضرت عیسیٰ □ تک تشریف لانے والے تمام پیغمبروں سے لیا۔ یہ میثاقِ انبیاء □ بھی تورات وانجیل میں درج ہے۔[61] یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام □ نے اپنے اپنے اوقات میں رسولِ کریم ﷺ سے متعلق پیشن گوئی فرمائی۔

iv۔ افضیلتِ پیغمبر اسلام ﷺ

پادری جے۔ علی بخش نے جابجا افضیلتِ عیسیٰ کے تذکرے کئے ہیں اور استدلال کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کسی طور بھی حضرت عیسیٰ سے افضل و برتر نہیں ہیں۔[62] اس ضمن میں اسلامی فکر و فلسفہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو اس کائنات میں ہدایتِ انسانی کی خاطر مبعوث فرمایا۔ تمام انبیاء نفسِ نبوت میں برابر ہیں جبکہ بعض انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے بعض پر فضیلت عطا کی ہے۔ قرآنِ حکیم اس کی وضاحت یوں کرتا ہے:

(وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ)[63]

"بعض انبیاء کو دوسرے سے اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا۔"

جن انبیاء کرام □ کو فضیلت عطا کی گئی، قرآنِ مجید نے ان کو اُولوالعزم رُسُل کہا ہے۔ آنحضور ﷺ کو ایذاء کفار پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ)[64]

"آپ ﷺ اس طرح صبر کا مظاہرہ کریں جیسا کہ اُولوالعزم رُسُل نے صبر کیا۔"

یہ قرآنی دلائل آپ ﷺ اور کئی دیگر انبیاء کرام □ کی افضیلت پر دال ہیں۔ نبی معظّم ﷺ کو خداوندِ قدّوس نے تمام انبیاء سے افضل مقام عطا کیا ہے۔ یہ افضیلت آپ کو متعدد حوالوں سے حاصل ہے جن میں ختمِ نبوت، شفاعت میں اوّلیت، کثرتِ معجزات، شرفِ محبوبیت اور نبوت و رسالت کی عالمگیریت وغیرہ شامل ہیں۔

v۔ ہجرتِ مدینہ

اعلانِ نبوت اور ہجرتِ مدینہ کے مابین تیرہ سال کا عرصۂ پیغمبرِ اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب پر کفار کے ظلم و ستم کی عظیم داستانوں پر مشتمل ہے، جس کا فقط تصوّر بھی روحِ انسانی کو تڑپا دیتا ہے۔۔اہلِ مکہ کی اسلام دشمنی میں کمی کے بجائے دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔اہلِ حق کفّار کے ظلم کو بڑے صبر واستقلال سے برداشت کرتے رہے۔نبی مکرّم ﷺ ایک ایسے عالمگیر دین کی بنیاد قائم کرنا چاہتے تھے جس کے لئے مکّہ کا ماحول اُس وقت سازگار نہ تھا۔تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرِ اسلام کو اسلامی مملکت کے قیام اور اپنے عظیم مشن کی تکمیل کے لئے شہرِ مدینہ کا سازگار ماحول میسّر آیا۔ ہجرت کا معنٰی ہے "جدا ہونا"، یہ وصل کی ضد ہے[65] قرآن وحدیث میں یہ لفظ متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ہجرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اپنے دین کے تحفظ کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، جہاں تعلیماتِ خداوندی پر عمل ممکن ہو۔"سفرِ دکن" میں پادری جے علی بخش نے رسولِ اکرم ﷺ کے سفرِ ہجرت کو بے معنٰی قرار دیا ہے۔اُس نے اس پُراز حکمت اقدام کا تمسخر اُڑایا۔اُس نے بیان کیا کہ حضرت محمد ﷺ مکہ سے بھاگ گئے اور حضرت علی کو اپنے بستر پر چھوڑ گئے۔خود غار میں روپوش ہوگئے اور چھپ چھپا کر مدینہ کی راہ لی ۔[66] مسیحی مصنّفین کا یہ اعتراض محض ذاتِ رسولِ کریم ﷺ سے عداوت پر مبنی ہے۔حالانکہ ہجرتِ مدینہ کے جواز پر اخلاقی، مذہبی اور جغرافیائی اعتبار سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔مکہ المکرمہ میں پیغمبرِ اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو کفّارِ مکہ کی جانب سے اعلانِ توحید کی پاداش میں طرح طرح کی اذیّتوں کا سامنا کرنا پڑا۔اُن کا جینا دوبھر کر دیا گیا۔نبی معظّم ﷺ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس کو روکنے کے لئے ہر طرف سے روڑے اٹکانے کی کوششیں کی گئیں۔آپ ﷺ کو اپنے مشن کی تکمیل ہر دلعزیز تھی۔بغض وعناد اور نفرت وعداوت کے ماحول میں پیغامِ خداوندی کی بجاآوری کا فریضہ سرانجام دینا کیونکر ممکن تھا۔مسلمانوں کو آزادانہ عبادت تک کی بھی اجازت نہ تھی۔غلاموں اور کمزور مسلمانوں کو شب و روز اذیتیں دینا ان کا معمول بن چکا تھا۔زمین اپنی وُسعت و فراخی کے باوجود اہلِ ایمان پر تنگ ہوتی چلی جارہی تھی۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے مؤمنین کو اذنِ ہجرت عطا کیا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے لئے بیعتِ عقبہ اولیٰ اور بیعتِ عقبہ ثانیہ کے ذریعے ہجرتِ مدینہ کی راہ ہموار ہوئی ۔[67] نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔اُن کی ہمراہی میں رات کے وقت یمن

کا رخ کیا اور چند میل پر واقع غارِ ثور جا پہنچے۔[68] وہاں تین دن گزارنے کے بعد مدینہ منورہ کی راہ لی۔ ہجرت کی رات کفّار مکہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا حتمی منصوبہ طے کر چکے تھے۔اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اُنہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ صبح کے وقت حضرت علیؓ کو آپ ﷺ کے بستر پر موجود پاکر وہ غصّے میں پیچ وتاب کھانے لگے۔آپ ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے قریش نے ہنگامی اجلاس بُلایا اور زندہ یا فوت شدہ حالت میں حوالے کرنے پر سو اُونٹ بطور انعام مقرر کیا۔[69] یہ وہ اجمالی صورتِ حال تھی جس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کا فیصلہ فرمایا۔اب ایک ذی شعور اور انصاف پسند شخص جس کے سامنے یہ تمام حالات موجود ہوں وہ آپ ﷺ کی ہجرت کو کیونکر بے معنی اور لغو قرار دے سکتا ہے۔ کفّارِ مکہ کی تیرہ سالہ اذیتیں وہ تھیں جنہوں نے مسلمانوں کو ایک پل بھی چین سے گزارنے نہ دیا۔آپ ﷺ نے مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہوئے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ حج کے موقع پر خیموں میں جاجاکر توحید و رسالت کا اعلان کرتے رہے۔ لیکن مشرکینِ مکہ اپنے آبائی باطل مذہب کے تحفّظ کی خاطر حق کو قبول کرنے سے انکاری رہے۔ یہ وہ تمام اسباب وذرائع تھے جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

vi۔رسالتِ محمدی ﷺ کی ضرورت

پادری جے۔علی بخش نے ایک مسلمان عالم دین سے ہونے والے ایک مناظرے کا تذکرہ کیا ہے ،یہ مناظرہ 23 ستمبر 1904ء کو ایلور شہر میں ہوا۔پادری موصوف نے دلائل دیئے کہ اب رسالتِ محمدی ﷺ کی کوئی ضرورت نہیں۔[70] بہت ضروری تھا کہ پادری موصوف اس ضمن میں اسلامی مؤقف کا غیر جانبداری سے مطالعہ کرتے ،بلاشبہ حضرات انبیاء کرام نوعِ انسانی کی رہبری و رہنمائی کی خاطر ہر زمانے میں مبعوث ہوتے رہے۔پیغاماتِ خداوندی کی براہِ راست ترسیل سے یہ نُفُوسِ قدسیہ نسلِ انسانی کو صراطِ مستقیم سے ہمکنار کرتے رہے۔رسولِ معظّم ﷺ کی رسالت سے قبل تشریف لانے والے انبیاء کرام □ کا دائرۂ تبلیغ ،اقوام ،جغرافیائی حدود اور ذمہ داریاں مختص تھیں۔ بسااوقات ایک وقت میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی تعداد ایک سے زائد رہی۔بلاشبہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو انسانوں تک انتہائی ذمہ داری سے پہنچایا۔انبیاء کرام □ کے وصال کے بعد کتبِ سماویہ میں تحریفات ہوئیں اور ان

میں موجود تعلیمات کو یکسر تبدیل کر دیا گیا۔ اقوام کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا۔ بعض طیّب و طاہر اشیاء ان کی سرکشی کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئیں۔ شرک و کفر اور ظلم و جبر کا کائنات میں دور دورہ تھا۔ جزیرۂ عرب میں اگر صرف اللہ تعالیٰ کے گھر پر ہی نظر ڈالیں تو دیکھا جاتا ہے کہ بیتِ عتیق اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت نصب کئے گئے تھے۔[71] قبیلہ اور برادری کے لحاظ سے ہر ایک کا اپنا اپنا بت تھا۔ سیّد سلیمان ندویؒ نے ہر قبیلہ کے بت کا باقاعدہ نام ذکر کیا ہے۔[72] عمرو بن لحہّ نے عرب میں جس بت پرستی کو رواج دیا تھا اس نے تمام عرب معاشرہ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ پوری کائنات میں قتل و غارت، بے راہ روی، شرک و کفر، فتنہ و فساد، ضلالت و گمراہی کی گہری گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ کفر و شرک اور ظلم و بربریت کے اس منظر نامے میں ضروری تھا کہ کائنات میں ایک ایسی ہستی تشریف لائے جس کے پیغام اور نبوت کو دوام میسّر ہو۔ جو ایک ایسا نسخۂ کیمیا لائے کہ رہتی دنیا تک خلقِ خدا اس کی تعلیمات سے فیض یاب ہو۔ پہلی امتوں پر جو حلال چیزیں سرکشی کی وجہ سے حرام قرار دی گئیں تھیں ان کی حلت کا حکم نافذ ہو۔ یہ اُمور ایک متوازن، معتدل، عالمگیر اور غیر متزلزل دین کا تقاضا کرتے ہیں۔ سابقہ الہامی مذاہب کی اصلاح اور شریعتِ متوسطہ کی تکمیل و نُفوذ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث کیا۔ وہ مقاصدِ عظیمہ جن کی بجاآوری کے لئے آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اُن کو صحیفۂ انقلاب یوں بیان کرتا ہے: (الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ)[73]

> "(پس آج یہ رحمت اُن لوگوں کا حصّہ ہے) جو اِس پیغمبر، نبیِ اُمی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر اُنھیں اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہُوا ملتا ہے۔ وہ اُنھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے۔ "

جانب داری اور منافرت سے قطع نظر اگر ایماندارانہ پہلو سے آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت معتدل اور افراط و تفریط سے مبرّا ہے۔ رسول

اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت پوری کائنات کی معاشرتی صورتِ حال کو قرآنِ حکیم کچھ یوں بیان کرتا ہے:

(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي للْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُون)[74]

''خشکی اور تری میں جو لوگوں کے ہاتھوں سے فساد ظاہر ہوا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بعض عمل کی سزا انہیں دے شاید وہ رجوع لائیں۔''

رسالت محمدی ﷺ کا ہونا بہت ضروری تھا تاکہ کائنات کا نظم و ضبط اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق درست ہو سکے۔ ظلم و تعدّی کا خاتمہ ہو۔اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور توحید الہیٰ کے مطابق لوگوں کو زندگی گزارنے کا شعور بیدار ہو۔اس عظیم مصلح کی رسالت ہمیشہ کے لئے ہو۔جو سراپائے رحمت ہو۔ جس کی شریعت کا خورشید درخشندہ و تاباں ہو۔

4۔ خلاصۂ بحث

مسلمانوں کی حُسنِ معاشرت سے متعلق تمام تعلیمات اور حکمت ہائے عملی کی بنیادیں ذاتِ رسول ﷺ اور اُس کی لطافتوں میں پیوست ہیں۔اسلام کے معاشرتی ڈھانچے کی تفہیم و تعبیر حدیث و سیرت کے مطالعات کے بغیر ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ اسلام کی سماجی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنانے والوں نے ذاتِ رسول ﷺ پر رکیک حملے کیے۔ حضور ﷺ کی سماجی حیثیت کو کم تر ظاہر کرنے کے لیے کمزور بنیادوں کا سہارا لیا۔اس پس منظر میں اس حقیقت کا جان لینا اشد ضروری ہے کہ مسیحی مصنّفین نے جو اعتراضات رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر کئے ہیں وہ محض عناد اور ہٹ دھرمی پر مشتمل ہیں اور حقائق کے منافی ہیں۔ مسیحیوں کے تعصب پر مبنی بیانات کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے مضمون ہذا میں غیر جانبداریت کے اصول کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔بشاراتِ محمدی ﷺ، عصمتِ انبیاء، فارقلیط ،افضیلت پیغمبرِ اسلام ﷺ ، ہجرتِ مدینہ اور رسالتِ محمدی ﷺ کی ضرورت پر مذکورہ

کلام میں نہ صرف مسیحیوں کی کتب سے دلائل دیئے گئے ہیں بلکہ ان اُمور سے متعلق قرآن و حدیث کے دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی اور منطقی طُرُق سے بھی حقیقتِ حال کو واضح کیا گیا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] یوحنا ۱:۱۲,۱۶,۲۱

[2] پادری جے۔علی بخش، **سفرِ دکن** ،(دکن،1945ء)،ص:87-85

[3] بشپ عبدالسبحان، **بشپ سبحان۔ایک صوفی کی داستان حیات**،(لاہور: مسیحی اشاعت خانہ،36۔فیروز پور روڈ، 1997ء)،ص:41

[4] پادری جے علی بخش ۔**سفر دکن** ۔ص: ۱۷۲،۱۴۳،۱۳۸

[5] م ۔ن ،ص: ۹۱-۹۹

[6] م-ن،ص:۲۴

[7] پادری جے علی بخش ۔**سفر دکن** ،ص:۱-۱۷۸

[8] جے علی بخش، پادری۔ سفرِ دکن۔www.Muhammadanism.org,Date:07-10-2017,Time,8:10Pm

[9] بشپ عبدالسبحان: **بشپ سبحان-ایک صوفی کی داستانِ حیات**، ص:۳

[10] بشپ عبدالسبحان، **بشپ سبحان-ایک صوفی کی داستانِ حیات**، ص:۶۲،۶۱

[11] م-ن، ص:۶۴

[12] م-ن۔(پیش لفظ): ص:۴

[13] پادری جے۔علی بخش، **سفرِ دکن**، ص:87-75

[14] الرعد۱۳: ۷

[15] الطبری، محمد بن جریر۔ **جامع البیان فی تاؤیل القرآن**،(بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ، بتحقیق اُحمد محمد شاکر)، ج ۶، ص: ۵۵۰:

[16] الفتح ۲۹:۴۸

[17] البقرۃ ۲:۱۴۶

[18]مصباحی ،جاوید احمد عنبر ،**بائبل میں نقوشِ محمدی ﷺ**،(لاہور:اکبر بک سیلرز،۲۰۱۳ء)،ص:۳۰۳

[19]محمد طفیل ،**نقوش رسول نمبر ﷺ**،(لاہور:ادارہ فروغ اردو،۱۹۸۳ء)،ج:۴،ص:۵۵۶-۵۵۷

[20]م-ن،ص:۵۵۵

[21]استثناء۳۲: ۲۱

[22]الجمعہ ۶۲ :۲

[23]کیرانوی،رحمت اللہ ،**بائبل سے قرآن تک** ،(کراچی:مکتبۃ دارالعلوم،جولائی۲۰۱۰ء،مترجم:مولانا محمد تقی عثمانی)ج:۳،ص:۲۴۹

[24]محمد عمران ثاقب ،حکیم ،**بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ**،(لاہور:مکتبہ قدوسیہ،۲۰۱۱ء)ص:۲۵۵

[25]م-ن،ص:۱۲۹

[26]پادری جے-علی بخش،**سفر دکن**،ص:87-75

[27]ابن السکیت ، ابو یوسف یعقوب بن اسحاق ، **اصلاح المنطق** ، تحقیق محمد مرعب ،(بیروت:دارالسلام ،۱۴۲۳ھ)،ج :۱، ص:۱۸۰

[28] محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدین ابن منظور الأنصاري الرويفعى الإفريقى،**لسان العرب** ،(**بیروت** :دار صادر ،۱۴۱۴ھ)، ج :۱۲،ص:۴۰۳

[29] ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سید المرسی ، **المحکم والمحیط الاعظم** ،(**بیروت** :دارالکتب العلمیۃ،۱۴۲۱ھ)،ج :۱ ، ص :۴۵۷

[30]الکلا بازی ،ابو بکر محمد بن اسحاق ، **التعرف لمذہب اہل التصوف**۔(**بیروت** :دارالکتب العلمیۃ ،س۔ن،ج:۱،ص:۴۳

[31]محمد ابراہیم میر سیالکوٹی،**عصمتِ انبیاء**،(سرگودھا:مکتبہ ثنائیہ س ن)،ص:۴

[32]عبس ۸۰ :۱

[33]الأنفال ۸ :۶۸

[34]الازہری،محمد کرم شاہ ،پیر ، **ضیاء القرآن** ،(لاہور :ضیاءالقرآن پبلی کیشنز،۲۰۱۱ء)،ج ۲:،ص:۱۶۶

[35]الأنفال۶۷:۸

[36]الحج۵۲:۲۲

[37]پیر محمد کرم شاہ الازہری ،**ضیاء القرآن** ،ج:۳،ص:۲۲۷

[38]الأحزاب ۳۷:۳۳

[39] الفتح ۴۸:۲

[40] پیر محمد کرم شاہ الازہری ،**ضیاء القرآن**،ج:۴،ص:۵۳۱-۵۳۲

[41] مودودیؒ ابو الاعلیٰ ، سیّد۔ تفہیم القرآن لاہور:ادارہ ترجمان القرآن،۲۰۱۱ء،ج:۵،ص:۴۴

[42] منیر احمد،ڈاکٹر،محمد طیب،عبد الرؤف ظفر ،پروفیسر ڈاکٹر،**عصمتِ رسول اکرم ﷺ پر مسیحی علماء کے اعتراضات (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)**۔(القلم ،دسمبر۲۰۱۱ء)،ص:۱۳۱

[43] آل عمران ۳:۷۹

[44] آلِ عمران۱۶۱:۳

[45] محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ،**عصمتِ انبیاء**،ص:۱۳

[46] بشپ عبدالسبحان،**بشپ سبحان-ایک صوفی کی دستانِ حیات**،ص:41

[47] یوحنا،۱۴ :۱۵

[48] محمد عمران ثاقب ،**فارقلیط**،ص:۳۱

[49] القاسمی ، محمد جمال الدین بن محمد ۔**محاسن التأویل** ،(بیروت:دارالکتب العلمیۃ ،۱۴۱۸ھ)، بتحقیق محمد باسل عیون السود، ج :۵، ص:۲۰۲

[50] م ۔ن

[51] الصّف ۶۱: ۶،۵

[52] محمد عمران ثاقب ،**فارقلیط**،ص:۳۲

[53] عنایت رسُول چڑّیا کوٹی ،مولانا۔**بشریٰ**،(لاہور: ھجرہ انٹرنیشنل پبلشرز،۱۹۸۴ء)،ص:۲

[54] الماوردی ،ابو الحسن ، علی بن محمد ، ابو الحسن ،**تفسیر الماوری ، النکت والعیون** ،(بیروت ،لبنان: دارالکتب العلمیۃ)، ج :۲، ص :۳۶۸ بتحقیق ابن عبد المقصود بن عبد الرحیم

[55] انجیل یوحنا ۱۴ :۱۵

[56] محمد عمران ثاقب ، **بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ** ،(لاہور:مکتبہ قدوسیہ،2011ء)،ص :۱۵

[57] م ۔ن ، ص :۱۹

[58] الاعراف۷:۱۵۷

[59] أحمد بن حنبل(م241ھ)، **مسند احمد**،(بیروت:مؤسسۃالرسالہ،1421ھ)،ج:۷،ص: ۴۰۹

[60] محمد عمران ثاقب،**پادری و کلف اے سنگھ کے رسالہ "فار قلیط" کے جواب میں** ،(لاہور:مکتبہ اسلامیہ،2011ء)، ص: 3

[61] **محمد** بن جریر بن یزید الطبری ،**جامع البیان فی تأویل القرآن** ،(مؤسسۃ الرسالۃ،١٤٢٠ھ)،ج:٦،ص:٥٥٩

[62] پادری جے-علی بخش،**سفرِ دکن**،ص:124-137

[63] البقرۃ ٢:٢٥٣

[64] الأحقاف ٤٦:٣٥

[65] مجد الدین أبو السعادات المبارک بن محمد بن محمد ابن عبد الکریم الشیباني الجزري ابن الأثیر۔**النھایۃ في غریب الحدیث والأثر**،(بیروت:المکتبۃ العلمیۃ،١٣٩٩ھ) ،ج:٥،ص:٢٤٤

[66] پادری جے علی بخش ۔**سفرِ دکن**۔ص:١٣٦,١٤٣,١٧٢

[67] بیعتِ عقبہ اولیٰ بارہ نبوی کو حج کے موسم میں ہوئی اور مدینہ میں حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام کا سفیر کے طور پر بھیجے گئے۔بیعتِ عقبہ کبریٰ نبوت کے تیرہویں سال ہوئی ،اس بیعت کی دفعات میں ہجرت کا ذکر بھی کیا گیا (صفی الرحمٰن مبارک پوری ،مولانا۔**الرّحیق المختوم**،(لاہور:المکتبۃ السلفیۃ،س۔ن)،ص:206،212)

[68] صفی الرحمٰن مبارک پوری ،مولانا ،**الرّحیق المختوم**،ص:٢٢٨

[69] ایضًا ،ص:231

[70] پادری جے-علی بخش،**سفرِ دکن**،ص:138-143

[71] سلیمان ندویؒ،سیّد ،شبلی نعمانی ،علامہ ،**سیرۃ النبی ﷺ**،(لاہور: مکتبہ اسلامیہ،٢٠١٢ء)،ج: ٢،ص:١٨١

[72] م ۔ن ،ج:٢،ص:١٨١-١٨٤

[73] الأعراف 157:7

[74] الروم ٤١:٣٠